حضرت موسیٰ کے واقعۂ ایذا رسانی

اور

برأت کی تحقیق

(جناب مولوی داؤد اکبر صاحب اصلاحی)

سورہ احزاب کی آیت "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی فَبَرَّاَہُ اللّٰہُ مِمَّا قَالُوْا وَکَانَ عِنْدَ اللّٰہِ وَجِیْھًا" کی تلاوت کے وقت قرآن کے ہر طالبعلم کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ آخر اس آیت میں مسلمانوں کو کس امر میں قوم موسیٰؑ سے مشابہت اور مماثلت اختیار کرنے سے روکا گیا ہے اور ایذا کی وہ کون سی قسم تھی جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ کو پہنچائی تھی جس کے ارتکاب سے آخری شریعت کے پیروؤں کو منع کیا گیا [illegible] ں سوال کے جو جوابات کتب تفسیر میں دیئے گئے ہیں، مناسب ہوگا کہ پہلے انھیں پیش کر دیا جائے تاکہ سیاق وسباق اور نظم کلام کی روشنی میں جو جواب اوفق ہو اُسے اختیار کیا جا سکے یا ان کی روشنی میں کوئی رائے قائم کی جا سکے۔ ذیل میں ہم ان کا خلاصہ پیش کرتے ہیں جن صاحب کو تفصیل کی ضرورت ہو انھیں کتب تفسیر کی طرف مراجعت کرنی چاہیے۔

(۱) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "حضرت موسیٰؑ بڑے شرمیلے تھے۔ غایتِ حیا سے اپنا جسم چھپائے رکھتے تھے۔ اس پر بنی اسرائیل نے ان کو یوں ایذا پہنچائی کہ کہنے لگے کہ یہ بدن کو ہمیشہ (معلوم ہوتا ہے) اس لئے چھپائے رکھتے ہیں کہ ان کو برص وغیرہ کا کوئی عارضہ ہے۔ خداوند تعالیٰ نے یہ الزام ان سے اس طرح دور کیا کہ ایک روز وہ غسل کرنے گئے اور کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیئے لیکن جب غسل کر چکے اور چاہا کہ کپڑے پہنیں تو پتھر کپڑے لئے لئے وہاں سے چل دیا

اور وہ اس کے پیچھے ثوبی حجر ثوبی حجر کہتے ہوئے دوڑے۔ آخر بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے پاس جاکر پتھر رک گیا۔ لوگوں نے جب انھیں اس طور سے دیکھا تو ان کا یہ شبہ دور ہوگیا کہ انھیں برص وغیرہ کی کوئی بیماری ہے۔

(۲) حضرت علیؓ زیر بحث آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ پہاڑ پر چڑھ گئے اور اسی پر حضرت ہارونؑ کا انتقال ہوگیا۔ اس پر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ پر یہ الزام رکھا کہ تم نے انھیں قتل کر دیا، وہ تم سے زیادہ حیادار اور نرم مزاج تھے۔ اس طرح انھوں نے حضرت موسیٰؑ کو دکھ دیا۔ اس الزام کو دور کرنے کے لئے خداوند تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت ہارونؑ کو لے کر بنی اسرائیل کی مجالس پر گذریں تاکہ انھیں اس بات کا یقین آئے کہ وہ قتل نہیں کئے گئے ہیں بلکہ طبعی موت مرے ہیں کیونکہ اگر قتل کئے گئے ہوتے تو آثار زخم جسم پر ہوتے۔[۱]

(۳) امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے قال بعضہم کہہ کر حضرت موسیٰؑ کو ایذا دینے اور پھر اس کو انھیں بری قرار دینے کے باب میں ایک اور قول بھی نقل کیا ہے جو کو فحش ہے لیکن دل پر جبر کر کے ہم اُسے یہاں نقل کر دیتے ہیں کہ "نقل کفر کفر نہ باشد" وہ یہ ہے کہ قارون نے ایک بازاری عورت کو اس پر راضی کر لیا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو مجلس میں علی روس الاشہاد حضرت موسیٰؑ کے متعلق کہے کہ "انھوں نے میرے ساتھ بدسلوکی کی ہے" چنانچہ اس کے لئے قارون نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور وقت آیا کہ وہ بہتان طرازی میں زبان کھولے لیکن عین وقت پر قدرت نے سچ کہنے کا اسے الہام کیا۔ پس اس نے وہ بات نہ کہی جو اسے سکھائی گئی تھی بلکہ ان کی عصمت اور پاک دامنی کا علی الاعلان[۲] اظہار کیا۔

یہ ہیں مذکورہ بالا روایات و اقوال جن کی روشنی میں حضرت موسیٰؑ کو ایذا دینے اور پھر اس سے انھیں بری ٹھیرانے کی نوعیت معلوم ہوتی ہے۔

اوپر کے اقوال میں سے شروع کے دو قول ابن کثیر سے اور آخر کا تفسیر کبیر سے نقل کیا گیا ہے امام ابن کثیرؒ شروع کے دو اقوال نقل کر کے فرماتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک قول کے صحیح ہونے کا احتمال ہے

---

[۱] ابن کثیر ج ۳۔ [۲] تفسیر کبیر ج ۶۔

نیز اس کا بھی احتمال ہے کہ ایذا اور پھر اس سے برأت کی کوئی اور شکل پیش آئی ہو۔

امام رازیؒ نے ایذا موسیٰؑ کی اور شکلیں بھی اپنی تفسیر میں نقل کی ہیں مثلاً ان کی قوم نے "اذھب انت وربك فقاتلا انا ھھنا قاعدون" کہا اور ایک موقع پر "لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً" اور ایک دوسرے موقع پر "لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ" کہا لیکن اس سورہ کا نظم مذکورہ بالا اقوال کی تائید میں نہیں ہے، ہاں امام رازیؒ نے جو ایک قول قال بعضھم کہکر نقل کیا ہے اور جسے ہم اوپر درج بھی کر چکے ہیں اس سے کچھ نوعیت ایذا کی طرف اشارہ ہوتا ہے، رہا یہ امر کہ اس طرح کی سازش قارون کے ہاتھوں عمل میں آئی، محتاج تحقیق ہے کیونکہ آیت کا رجحان اس طرف ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو ان کی قوم کے ہاتھوں دکھ دیا گیا۔ چنانچہ ایک جگہ اس کا شکوہ خود انھوں نے یوں کیا ہے۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ (الآیہ) اور اس واقعہ کو بطور تنبیہ مسلمانوں کے سامنے پیش کیا گیا ہے کہ دیکھو تم کہیں ان کی روش پر نہ چلنا اور یہ مان لینے کے بعد کہ قارون کے ہاتھوں حضرت موسیٰؑ کو دکھ پہنچا۔ حالات میں تطابق نہ ہوگا کیونکہ پھر اس کے معنی گویا یہ ہوں گے کہ اے مسلمانو! تم ان لوگوں (قارون اور اصحاب قارون) کی مانند نہ ہو جاؤ جنھوں نے حضرت موسیٰؑ کو دکھ دیا۔ حالانکہ بات یہ نہیں کہنی ہے بلکہ ایک امت کی حالت دوسری امت کے سامنے بطور تذکیر و تبصیر پیش کرنی ہے اور دوسرے یہ کہ اس سورہ کا بیشتر حصہ منافقین اور کچے دل لوگوں کے حالات پر مشتمل ہے۔

ہمارے خیال میں آیت زیر بحث کے اس ٹکڑے "فبرأہ اللہ مما قالوا" میں نوعیتِ ایذا کی طرف کھلا ہوا اشارہ ہے، رہ گئی اس کی قطعی تعیین کہ کس نوع کی ایذا دی گئی تو اس کی چنداں ضرورت نہیں اور نہ عدم تعیین نفس واقعہ کے مدعا پر اثر انداز ہے، نوعیت ایذا کے بارے میں قرین قیاس یہ ہے کہ قوم موسیٰؑ میں سے بعضوں پر اس پیغمبر جلیل کی دعوت گراں گذری ہوگی اور انھوں نے آپ کو یا آپ کے متعلقین میں سے کسی کو متہم کرنے کی سازش کی ہوگی اور قدرت نے ان کی افترا پردازی

فاش کردی ہوگی۔ اور غالب قرینہ ہے کہ یہ حرکت منافقین بنی اسرائیل نے کی ہوگی۔ کیونکہ ہر پیغمبر کے عہد میں یہ مارآستین پائے گئے ہیں اور انھوں نے مذہب کی آڑ میں وہ وہ حرکتیں کی ہیں کہ الامان و الحفیظ۔ خود رسالتِ کبریٰ کے عہد میں بھی یہ طبقہ ناہنجار ایک بڑی تعداد میں موجود تھا، پیغمبرِ عالم کو حضرت عائشہؓ پر اتہام تراش کرکے اس نوع کی ایذا پہنچانے میں خاص ہاتھ انھیں کا تھا چنانچہ سورۂ نور میں نہایت صراحت سے اس کی قلعی کھولی گئی ہے اور اس اتہام کے رد میں جو آیات وارد ہیں اس کی آخری آیت میں بھی آیت زیرِ بحث کی طرح فبراہ اللہ، مما قالوا، کا ٹکڑا باسلوب دگر لایا گیا ہے جس سے اس واقعہ کی واقعہ افک سے مماثلت پورے طور سے مفہوم ہوتی ہے اور نیز نوعیت ایذا کی طرف بھی غمازی ہوتی ہے، وہ آیت یہ ہے۔

اَلْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ	خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں اور خبیث
الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثَاتِ وَ	مرد خبیث عورتوں کے لئے ہیں اور پاک دامن عورتیں
الطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ	پاک دامن مردوں کے لئے ہیں اور پاک دامن مرد
لِلطَّيِّبَاتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ	پاکدامن عورتوں کے لئے ہیں، ان کا دامن ان کی
مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ	افترا پردازی سے پاک ہے۔ ان کے لئے بخشش
رِزْقٌ كَرِيْمٌ (نور-۲۶)	اور بہترین رزق ہے۔

مندرجہ بالا آیت واقعہ افک کے سلسلہ کی آخری آیت ہے، دیکھئے یہاں بھی فبراہ اللہ مما قالوا" کا ایک ٹکڑا" اولئک مبرؤن مما یقولون" کے قالب میں موجود ہے، فرق صرف اسلوب کا ہے، نیز خود اس سورہ کی بعض اور آیات سے بھی اس طرح کی ایذا دہی کی تائید ہوتی ہے، ملاحظہ ہو۔

(۱) يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ	اے نبی اپنی بیویوں سے کہدو اگر تمہیں دنیاوی زندگی
كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا	اور اس کی زینت مطلوب ہے تو آؤ میں تمہیں
فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ	اس سے متمتع کروں اور رخصتی جوڑے دیکر نہایت
سَرَاحًا جَمِيْلًا وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ	خوبصورتی سے تمہیں رخصت کردوں اور اگر اللہ

اللہ وَرَسُولَہٗ وَالدَّارَ الْآخِرَۃَ	اور اس کا رسول اور اخروی زندگی چاہتی ہو تو بلاشبہ
فَاِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْکُنَّ	خداوند تعالیٰ نے تم میں سے احسان والوں کے
اَجْرًا عَظِیْمًا۔	لئے بڑا اجر تیار کیا ہے۔
(۲) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ	اے مسلمانو! پیغمبر کے گھروں میں کھانے کے لئے
النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ اِلٰی طَعَامٍ	داخل نہ ہو مگر یہ کہ تمہیں اجازت دی جائے نہ انتظار
غیر ناظرین اناہ ولکن اذا دعیتم	کرنے والے ہو اس کے پکنے کا، لیکن جب بلائے جاؤ
فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا	تو داخل ہو پس جب تم کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور نہ ہو
ولا مستانسین لحدیث ان ذالکم	بات میں جی لگانے والے، بیشک یہ چیز پیغمبر کے
کان یوذی النبی فیستحی منکم	لئے وجہ ایذا ہے پس وہ تم سے شرماتا ہے اور اللہ
واللہ لا یستحی من الحق واذا	حق بات سے نہیں شرماتا اور جب تمہیں ان سے
سالتموھن متاعا فاسئلوھن من	کچھ مانگنا ہو تو پردہ کی اوٹ سے مانگو یہ تمہارے
وراء حجاب۔ ذالکم اطہر لقلوبکم	اور ان کے دلوں کی طہارت کے زیادہ قریب ہے
وقلوبھن وما کان لکم ان توذوا	اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ اللہ کے رسول کو دکھ دو
رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہ	اور نہ کبھی یہ جائز ہے کہ اس کے بعد اس کی
من بعدہ ابدا ان ذالک کان	بیویوں سے نکاح کرلو بلاشبہ خدا کے نزدیک یہ
عند اللہ عظیما۔	بہت بڑا جرم ہے۔
(۳) ان الذین یوذون اللہ ورسولہ	یقیناً وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو دکھ دیتے
لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ	ہیں ان پر دنیا اور آخرت دونوں میں خدا کی
واعد لھم عذابا مھینا والذین	پھٹکار ہے۔ اور ان کے لئے خدا نے دردناک سزا
یوذون المومنین والمومنات	تیار کی ہے اور وہ لوگ جو مسلمان مردوں اور
بغیر ما اکتسبوا فقد	مسلمان عورتوں کو ایذا دیتے ہیں بغیر اس کے کہ

احتملوا بهتاناً وّاِثماً مُّبِیناً۔ ان سے کوئی غلطی ہوئی ہو وہ بہتان اٹھانے والے اور گنہگار ہیں۔

اوپر نمبروار جو آیتیں ہم نے نقل کی ہیں ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی ایذا کی نوعیت پر مشتمل ہے، پہلے نمبر کی آیات میں پیغمبر عالم کو ایذا پہنچانے کی نوعیت کی تصریح تو نہیں ہے لیکن آیات کے معانی پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ازواجِ مطہرات کی جانب سے کوئی نہ کوئی ضرور ایسی بات ہوئی تھی جس کی وجہ سے ان آیات میں ان کو اتنی سخت ڈانٹ بتائی گئی۔ ہمیں جہاں تک اس کی وجہ معلوم ہو سکی ہے یہ ہے کہ منافقین کی عورتیں ازواجِ مطہرات کے یہاں جاتیں اور ان کی حالتِ زار کا ماتم کرتیں اور طرح طرح سے نان ونفقہ کے اضافہ کے مطالبہ پر انھیں اکساتیں۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ بعض ازواج ان کی باتوں سے متاثر ہو گئیں اور انھوں نے نان ونفقہ کے اضافہ کا مطالبہ شروع کر دیا اور اس پر یہ آیات عتاب نازل ہوئیں جن میں صاف صاف کہدیا گیا کہ جسے دنیا کے مزے مرغوب ہوں وہ پیغمبر کے پاس سے رخصتی جوڑے لیکر چلدیں اور جنھیں آخرت کی راحت مطلوب ہو وہ پیغمبر کے ساتھ کلفت اور عسرت کی زندگی بسر کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں اور نیکی اور عملِ صالح میں مشغول رہیں۔

گو برملا نہ سہی لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ درپردہ پیغمبر عالم کو منافقین کی طرف سے ایذا دینے کی ایک شکل یہ بھی تھی جسے انھوں نے اختیار کیا تھا اور اس طرح کی کارروائی کرنے میں ان کو سہولت بھی تھی اس لئے کہ مسلمانوں میں پوری طرح وہ گھلے ملے رہتے تھے، باہر مرد پیغمبر عالم اور آپ کے جاں نثاروں کو دکھ پہنچانے کی تدبیریں بروئے کار لاتے اور گھروں میں ان کی بیویاں فتنے پھیلاتی پھرتی تھیں۔

دوسرے نمبر کی آیت میں خطاب کا آغاز گو "یا ایھا الذین اٰمنوا" سے ہوا ہے لیکن حقیقت میں روئے سخن اسلامی جماعت کے کچے دلوں اور منافقین کی جانب ہے جو بظاہر جماعت میں داخل تھے لیکن ان کی زندگی پر اس کا کچھ اثر بھی نہ پڑا تھا۔ نیز اس آیت میں پیغمبر عالم کے ساتھ ان کی بعض زیادتیوں اور ایذا دہی کی طرف اشارہ نہیں بلکہ تصریح ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی مسلمانوں کو

اپنے یہاں دعوت دیتے تو منافقین کھانا تیار ہونے سے پہلے ہی ازواجِ مطہرات کے یہاں پہنچ جاتے اور فساد انگیز باتیں شروع کر دیتے، ان کی عسرت اور تنگدستی کا خوب رونا روتے اور باتوں باتوں میں یہ بھی کہہ ڈالتے کہ اگر آپ لوگوں کو پیغمبر صاحب الگ کر دیں تو ہم متمول لوگوں سے آپ لوگوں کا رشتہ قائم کر دیں اور پھر اطمینان اور سکھ کی زندگی بسر ہو، یہ غضب کا افلاس آپ ہی لوگوں کا دل و جگر ہے کہ برداشت کر رہی ہیں، دیکھئے کیا یہ کھلی ہوئی ایذا رسانی نہیں ہے؟

تیسرے نمبر کی آیات میں ایذا رسانی کی یہ نوعیت مذکور ہے کہ جب ازواجِ مطہرات اور دوسری مسلمان عورتیں رات میں ضرورت سے نکلتیں تو ان سے منافقین مذاق کرتے اور جب ان سے اس پر بازپرس ہوتی تو یہ تاویل کرتے کہ ہم نے پہچانا نہیں۔ ہم نے سمجھا لونڈیاں جا رہی ہیں۔ چنانچہ اسی لئے ارخار جلباب کا حکم آیا تاکہ حرائر اور اماء میں تمیز ہو سکے اور شبہہ میں ازواجِ مطہرات اور پیغمبر کی صاحبزادیاں اور مسلمانوں کی عورتیں ستائی نہ جائیں۔ یہ بھی ایذا کی ایک نہایت گھنونی شکل ہے جو منافقین نے اختیار کی۔

خلاصہ یہ کہ حضرت موسیٰؑ کو ایذا دینے والے ان کی قوم کے منافقین تھے اور ایذا کی نوعیت اسی طرح کی کوئی رہی ہوگی جو آخری پیغمبر کے عہد میں منافقین نے اختیار کی، رہا تعیین کا مسئلہ تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ایذا کی فلاں ہی نوعیت موسیٰ علیہ السلام کو دکھ دینے کی استعمال کی گئی کیونکہ جب اس بارے میں کچھ تصریح نہیں ہے تو جو کچھ بھی اس باب میں کہا جائے گا ظن و قیاس سے زیادہ اس کی حیثیت نہ ہوگی۔

اب رہا یہ سوال کہ اس واقعہ کے اس سورہ میں ذکر کا کیا مقصود ہے؟ تو اس کا مقصود بالکل واضح ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی جماعت کے کمزور اور کچے دلے ممبر اس سے سبق لیں اور نافرمانی رسول سے بچیں اور رسول کی اطاعت کا سچا جذبہ پیدا کریں اور کوئی قدم بھی ایسا نہ اٹھائیں جو غلط ہو اور میثاق طاعت کے منافی ہو اور جو لوگ عہد طاعت پر قائم ہیں ان کے اندر اور زیادہ جوش اور استقامت پیدا ہو۔